محسنِ انسانیت سرکارِ دو عالم ﷺ کی دنیا سے جدائی کے لمحات

عنوان

رحلتِ نبوی

صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم

اے لوگو!

میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم نے اُسے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے

وہ چیز اللہ کی کتاب قرآن ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رحلت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا

جب اللہ کی مدد آ گئی اور مکہ فتح ہوا۔ تم نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

اب تم اللہ کی یاد میں مصروف ہو جاؤ اور استغفار کرو۔ بیشک وہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

آخری حج کی تیاری

جب یہ سورت نازل ہوئی تو پیغمبر انسانیت ﷺ نے اللہ کی مرضی کو پا لیا کہ اب وقت رحلت قریب آ گیا ہے۔ حضور ﷺ اس سے پہلے خانہ کعبہ میں تطہیر حرم کا آخری اعلان کر چکے تھے۔ کہ ! آئندہ کسی مشرک کو اللہ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور کوئی برہنہ شخص خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر سکے گا۔ حضور ﷺ نے ہجرت کے بعد فریضہ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ اب ۱۰ ہجری میں آرزو پیدا ہوئی کہ سفر آخرت سے پہلے تمام اُمت کے ساتھ مل کر آخری حج کر لیا جائے۔ بڑا اہتمام کیا گیا کہ کوئی عقیدت کیش ہمرکابی کی سعادت سے محروم نہ رہ جائے۔ حضرت علیؓ کو یمن سے بلایا گیا۔ قبائل کو آدمی بھیج کر ارادہ پاک کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے تمام ازواج مطہرات کو رفاقت کی بشارت سنائی حضرت فاطمہؓ کو تیاری کا حکم دیا۔ ۲۵ ذیقعد کو مسجد نبوی میں جمعہ ہوا اور وہیں ۲۶ ذیقعد کی روانگی کا اعلان ہو گیا۔ جب ۲۶ کو صبح منور ہوئی تو چہرہ انور سے روانگی کی مسرتیں نمایاں ہو رہی تھیں۔ غسل کر کے لباس تبدیل فرمایا اور ادائے ظہر کے بعد حمد و شکر کے ترانوں میں مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ اس وقت ہزار ہا خدام امت اپنے نبی رحمت کے ہمرکاب تھے۔ یہ قافلہ مقدس مدینہ منورہ سے چھ میل دور ذی الحلیفہ میں پہنچ کر رکا اور شب بھر اقامت فرمائی دوسرے روز حضور پاک نے دوبارہ غسل فرمایا۔ حضرت صدیقہؓ نے جسم پاک پر اپنے ہاتھوں سے عطر ملا۔ راہ سپا ہونے سے پہلے آپ پھر اللہ کی حاضری میں کھڑے ہو گئے اور بڑے درد و گداز سے دو رکعتیں ادا کیں اور پھر قصویٰ پر سوار ہو کر احرام باندھا اور ترانہ لبیک بلند کر دیا۔

لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمتہ لک والملک لک لا شریک لک ط

اس ایک صدائے حق کی اقتداء میں ہزار ہا اللہ کے بندوں کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ آسمان کا جوف اللہ کی حمد و ثناء کی صداؤں سے لبریز ہو گیا۔ اور دشت و جبل توحید کے ترانوں سے گونجنے لگے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرور

عالم ﷺ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں جہاں تک انسان کی نظر کام کرتی تھی انسان ہی انسان نظر آتے تھے۔جب اُونٹنی کسی اونچے ٹیلے پر سے گزرتی تو تین تین مرتبہ صدائے تکبیر بلند فرماتے۔ آوازِ نبویؐ کے ساتھ لاکھوں آوازیں اور اُٹھتیں اور کاروانِ نبوت کے سروں پر نعرہ ہائے تکبیر کا ایک دریا رواں جاری ہو جاتا۔سفر مبارک نو روز جاری رہا۔۴ ذوالحج کو طلوع آفتاب کے ساتھ مکہ معظمہ کی عمارتیں نظر آنے لگی تھیں اور ہاشمی خاندان کے معصوم بچے اپنے بزرگِ کائنات ﷺ کی تشریف آوری کی ہوا سن کر اپنے اپنے گھروں سے دوڑتے ہوئے نکل رہے تھے کہ چہرہ انور کی مسکراہٹوں کے ساتھ لپٹ جائیں۔ادھر سرور عالم ﷺ شفقت منتظر کی تصویر بن رہے تھے۔حضور پاک نے اپنے کمسن بچوں کے معصوم چہرے دیکھے تو جوشِ محبت سے جھک گئے اور کسی کو اونٹ کے آگے بٹھالیا اور کسی کو پیچھے سوار ۔تھوڑی دیر بعد کعبۃ اللہ کی عمارت پر نظر پڑی تو فرمایا! اے اللہ خانہ کعبہ کو اور زیادہ شرف و امتیاز عطا فرما۔معمار حرم نے سب سے پہلے کعبۃ اللہ کا طواف فرمایا پھر مقامِ ابراہیم کی طرف تشریف لے گئے اور دوگانہ تشکر ادا کیا اس وقت زبانِ پاک پر یہ آیت جاری تھی۔

واتخذوا من مقام ابرٰهيم مصلى (اور مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ)

کعبۃ اللہ کی زیارت کے بعد صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ یہاں پر آنکھیں کعبۃ اللہ سے دو چار ہوئیں تو زبانِ پاک سے ابر گہر بار کی طرح کلمات توحید و تکبیر جاری ہو گئے۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو على كل شئ قدير لا اله الا الله وحده انجز وعده
نصر عبده وهزم الاحزاب وحده

(اللہ۔صرف اللہ۔معبودِ برحق کوئی اس کا شریک نہیں ملک اس کا حمد اُس کے لیے وہی جلاتا ہے۔وہی مارتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس نے اپنا وعدہ پورا کردیا اُس نے اپنے بندے کی امداد فرمائی اور اکیلے نے تمام قبائل کی جمعیتیں پاش پاش کردیں)

۸ ذی الحج کو منیٰ میں قیام فرمایا۔۹ کو جمعہ کے روز نماز صبح ادا کر کے منیٰ سے روانہ ہوئے اور وادیِ نمرہ میں آٹھہرے۔دن ڈھلے میدانِ عرفات میں تشریف لائے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار اللہ کے جانثاروں کا مجمع سامنے تھا اور زمین سے آسمان تک تکبیر و تہلیل کی صدائیں گونج رہی تھیں۔اب سرکارِ دو عالم ﷺ قصویٰ پر سوار ہو کر آفتاب عالمتاب کی طرح کوہ عرفات کی چوٹی سے طلوع ہوئے تاکہ خطبہ حج ارشاد فرمائیں پہاڑ کے دامن میں حضرت عائشہؓ اور حضرت صفیہؓ

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ۔ حضرت خالدؓ اور حضرت بلالؓ۔ اصحاب صفہ اور عشرہ مبشرہ اور دوسری سینکڑوں اسلامی جماعتیں اور قبائلی جمیعتیں جلوہ فرما تھیں اور پہلی ہی نظر سے یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ والئی امت ﷺ اپنی امت کے موجودات لے رہے ہیں۔ اور محافظِ حقیقی کو اس کا چارج سپرد فرمارہے ہیں۔

خطبہ حجتہ الوداع

رسول اللہ ﷺ کے آخری آنسو جو اس امت کے غم میں بہے حجتہ الوداع کے خطبہ میں جمع ہیں۔ اس وقت دولت وحکومت کا سیلاب مسلمانوں کی طرف اُمنڈ چلا آرہا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا غم یہ تھا کہ دولت کی یہ فراوانی آپ کے بعد آپ کی امت سے رابطہ اتحاد پارہ پارہ کردے گی۔ اسی لیے اتحادِ امت کا موضوع اپنے سامنے رکھ لیا اور پھر دردِ نبوت کی پوری توانائی اسی موضوع پر صرف فرمادی۔ پہلے نہایت ہی دردانگیز الفاظ میں قیامِ اتحاد کی اپیل کی پھر فرمایا کہ پس ماندہ طبقات کو شکایت کا موقع نہ دینا۔ تاکہ حصارِ اسلام میں کوئی شگاف نہ پڑ جائے۔ پھر اسبابِ نفاق کی تفصیل پیش کرکے ان کی بیخ کنی کا عملی طور پر سروسامان فرمایا۔ پھر واضح کیا کہ جملہ مسلمان کے اتحاد کا مستقل سنگ اساس کیا ہے؟ آخری وصیت یہ فرمائی کہ ہدایات کو آئندہ نسلوں میں پھیلائے اور پہنچانے کے فرض میں کوتاہی نہ کرنا۔ خاتمہ تقریر کے بعد حضور ﷺ نے اپنی ذاتی سرخروئی کے لیے حاضرین سے شہادت پیش کرتے ہوئے اس طرح بار بار اللہ کو پکارا کہ اللہ کی مخلوق کے دل پگھل گئے۔ آنکھیں پانی بن گئیں اور روحیں انسانی جسموں کے اندر تڑپ کر الامان اور الغیاث کی صدائیں بلند کرنے لگیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد خطبہ حج کا پہلا دردانگیز فقرہ یہ تھا

اے لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں اور تم اس اجتماع میں کبھی دوبارہ جمع نہیں ہوں گے

اس ارشاد سے اجتماع کی غرض وغایت بے نقاب ہوکر سب کے سامنے آگئی۔ اور جس شخص نے بھی یہ ارشاد مبارک سنا تڑپ کر رہ گیا۔ اب اصل پیغام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اے لوگو! تمھارا خون، تمھارا ننگ وناموس۔ اسی طرح ایک دوسرے پر حرام ہے۔ جس طرح یہ دن (جمعہ) یہ مہینہ (ذی الحج) اور یہ شہر (مکہ مکرمہ) تم سب کے لیے قابل حرمت ہے۔

اسی نکتے پر مزید زور دے کر ارشاد فرمایا:

اے لوگو! آخر تمہیں بارگاہ ایزدی میں پیش ہونا ہے۔ وہاں تمہارے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔

خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنا شروع کر دو۔

رسول پاک ﷺ کی یہ دردمندانہ وصیت زبان پاک سے نکلی اور تیر کی طرح دلوں کو چیرتی گئی۔ اب ان نفاق انگیز شگافوں کی طرف توجہ دلائی جن کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ یعنی یہ کہ اقتدار اسلام کے بعد غریب اور پس ماندہ گروہوں پر ظلم کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

اے لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اپنے اللہ سے ڈرتے رہنا۔ تم نے نام اللہ کی ذمہ داری سے انہیں زوجیت میں قبول کیا ہے۔ اور اللہ کا نام لے کر ان کے جسموں کو اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ غیر کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں ایسی مار، مارو جو نمایاں نہ ہو۔ اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ انہیں بافراغت کھانا کھلاؤ اور بافراغت کپڑا پہناؤ

اسی سلسلے میں فرمایا:

اے لوگو! تمہارے غلام ! تمہارے غلام ! جو خود کھاؤ وہی انہیں کھلانا۔ جو خود پہنو وہی انہیں پہنانا

عرب میں فساد و خونریزی کے بڑے بڑے موجبات دو تھے۔ ادائے سود کے مطالبات اور مقتولوں کے انتقام۔ ایک شخص دوسرے شخص سے اپنے قدیم خاندانی سود کا مطالبہ کرتا تھا اور یہی جھگڑا پھیل کر خون کا دریا بن جاتا تھا۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کو قتل کر دیتا۔ اس سے نسلاً بعد نسل قتل و انتقام کے سلسلے جاری ہو جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ انہی دونوں اسبابِ فساد کو باطل فرماتے ہیں۔

اے لوگو! آج میں جاہلیت کے تمام قواعد و رسوم کو اپنے قدموں سے پامال کرتا ہوں۔ میں جاہلیت کے قتلوں کے جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں۔ اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی مقتول ربیعہ بن حارث کے خون سے جسے ہذیل نے قتل کیا تھا۔ دست بردار ہوتا ہوں۔ میں زمانہ جاہلیت کے تمام سودی مطالبات باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی سود۔ عباس بن عبدالمطلب کے سود سے دست بردار ہوتا ہوں۔ سود اور خون کے قرضے معاف کر دینے کے بعد فردِ عداوت و نفاق کی طرف متوجہ ہوئے اور ورثہ، نسب، مقروضیت اور ضمانت کے تنازعات

کے متعلق فرمایا:

اب اللہ نے ہر ایک حقدار کا حق مقرر کر دیا ہے۔ لہذا کسی کو وارثوں کے حق میں وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچہ جس کے بستر پر پیدا ہو اُسی کو دیا جائے اور زنا کاروں کے لیے پتھر ہے۔ اور ان کی جواب دہی اللہ پر ہے۔ جو اپنا باپ کے سوا کسی دوسرے کا دعویٰ کرے اور غلام اپنے مولا کے سوا کسی طرف اپنی نسبت کرے۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ عورت شوہر کے بلا اجازت اس کا مال صرف نہ کرے۔ قرض ادا کئے جائیں عاریت واپس کی جائے۔ عطیات لوٹائے جائیں اور ضامن تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔

اہل عرب کے نزاع اور اسباب نزاع کا دفعیہ ہو چکا تو اس بین الاقوامی تفریق کی طرف توجہ فرمائی جو صدیوں کے بعد عرب و عجم، یا گورے اور کالے کے نام سے پیدا ہونے والی تھی۔

ارشاد فرمایا:

ہاں اے لوگو! تم سب کا خالق بھی ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے۔ لہذا کسی عربی کو عجمی پر، کسی سرخ کا سیاہ پر، کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی پیدائشی برتری یا امتیاز حاصل نہیں ہوگا۔ ہاں افضل وہی ہے جو پرہیزگاری میں زیادہ ہو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور تمام مسلمان ایک برادری ہیں۔

اتحاد اسلام کی مستقل اساس کی طرف راہنمائی فرمائی:

اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

وہ چیز اللہ کی کتاب قرآن ہے

اتحاد امت کے عملی پروگرام کی طرف راہنمائی فرمائی:

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور نہ میرے بعد کوئی نئی امت ہے پس تم سب اپنے اللہ کی عبادت کرو۔ نماز پنجگانہ کی پابندی کرو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ خوش دلی سے مالوں کی زکوٰۃ نکالو۔ اللہ کے گھر کا حج کرو۔ حکام امت کے احکام مانو تا کہ اپنے اللہ کی جنت میں جگہ حاصل کر لو۔

آخر میں فرمایا: ایک دن اللہ تم لوگوں سے میرے متعلق گواہی طلب کرے گا۔ تم اس وقت کیا جواب دو گے۔

اس پر مجمع عام سے پُر جوش صدائیں بلند ہوئی۔

اے اللہ کے رسول آپ نے تمام احکام پہنچا دیئے

اے اللہ کے رسول آپ نے فرض رسالت ادا کردیا

اے اللہ کے رسول آپ نے کھرے کھوٹے کو الگ کر دیا

اس وقت حضور سرور عالم ﷺ کی انگشت شہادت آسمان کی طرف اُٹھی۔ ایک بار آسمان کی طرف انگلی اُٹھاتے تھے اور دوسری بار مجمع کی طرف اشارہ فرماتے تھے اور کہتے جاتے تھے:

اے اللہ تو اپنے بندوں کی گواہی سن لے

اے اللہ تو اپنے بندوں کا اعتراف سن لے

اے اللہ تو گواہ ہو جا

اس کے بعد ارشاد فرمایا: جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں تک جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ میری ہدایات پہنچاتے چلے جائیں۔ ممکن ہے کہ آج کے بعض سامعین سے زیادہ پیام تبلیغ کے سننے والے اس کلام کی محافظت کریں

تکمیل دین و اتمام نعمت:

خطبہ حج سے فارغ ہوئے تو جبریل امین وہیں تکمیل دین اور اتمام نعمت کا تاج لے آئے اور یہ آیت نازل ہوئی:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (سورۃ المائدہ آیت ۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت ختم کر دی اور دین اسلام پر اپنی رضا مندی کی مہر لگا دی۔

سرکار دو عالم ﷺ نے جب لاکھوں کے اجتماع میں اتمام نعمت اور تکمیل دین فطرت کا یہ آخری اعلان فرمایا تو آپ ﷺ کی سواری کا سامان ایک روپے سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔ اختتام خطبہ کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان بلند کی اور حضور ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھائی۔ یہاں سے ناقہ پر سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے اور دیر تک بارگاہ الٰہی میں کھڑے دعائیں کرتے رہے۔ جب غروب آفتاب کے قریب ناقۂ نبوی ہجوم خلائق میں سے گزری تو آپ کے خادم اسامہ بن زیدؓ آپ کے ساتھ سوار تھے اور کثرت ہجوم کے باعث لوگوں میں اضطراب سا پیدا ہو رہا تھا۔ اس وقت حضور ﷺ ناقہ کی مہار کھینچتے جاتے تھے اور زبان پاک سے ارشاد فرماتے تھے

السکینۃ ایھا الناس لوگو! سکون کے ساتھ

السکینۃ ایھا الناس لوگو! آرام کے ساتھ

مزدلفہ میں نماز مغرب ادا کی اور سواریوں کو آرام کے لیے کھول دیا گیا۔ پھر نماز عشاء کے بعد لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرماتے رہے۔ محدثین لکھتے ہیں کہ عمر بھر میں یہی ایک شب ہے جس میں آپ ﷺ نے نماز تہجد ادا نہیں فرمائی۔ ۱۰ ذی الحج کو ہفتہ کے روز جمرہ کی طرف روانہ ہوئے اس وقت آپ کے چچیرے بھائی فضل بن عباسؓ آپ کے ساتھ سوار تھے۔ ناقہ قدم بہ قدم جا رہی تھی۔ چاروں طرف ہجوم تھا۔ لوگ مسائل پوچھتے تھے اور آپ جواب دے رہے تھے۔

جمرہ کے پاس ابن عباسؓ نے کنکریاں چن کر دیں تو آپ ﷺ نے انہیں پھینکا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

اے لوگو! دین میں غلو کرنے سے باز رہنا تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئی ہیں۔

تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد فراقِ امت کے جذبات تازہ ہو جاتے تھے۔ آپ اس وقت ارشاد فرماتے تھے:

اس وقت حج کے مسائل سیکھ لو۔ میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت آئے۔

میدانِ منیٰ اور غدیر خم کے خطبات:

یہاں سے منیٰ کے میدان میں تشریف لائے۔ ناقہ پر سوار تھے حضرت بلالؓ مہار تھامے کھڑے تھے۔ اسامہ بن زیدؓ پیچھے بیٹھے کپڑا تان کر سایہ کئے ہوئے تھے۔ آگے پیچھے دائیں اور بائیں انصار، قریش اور قبائل کی صفیں دریا کی طرح رواں تھیں۔ اور ان میں ناقۂ نبوی ﷺ کشتی نوح علیہ السلام ستارہ نجات کی طرح بن رہی تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ باغبانِ ازل نے قرآن کریم کے انوار سے صدق و اخلاص کی جو نئی دنیا بسائی تھی اب وہ شگفتہ و شاداب ہو چکی ہے۔ حضور ﷺ نے اسی دورِ جدید کی یاد تازہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

آج زمانے کی گردش دنیا کو پھر اسی نقطۂ فطرت پر لے آئی ہے جب اللہ نے تخلیق ارض و سما کی ابتداء کی تھی۔

پھر ذی قعدہ، ذی الحج، محرم اور رجب کی حرمت کا اعلان کرتے ہوئے مجمع کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

پیغمبرِ انسانیت ﷺ:۔ آج کون سا دن ہے؟

مسلمان:۔ اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں

پیغمبرِ انسانیت ﷺ:۔ (طویل خاموشی کے بعد) کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟

مسلمان:۔ قربانی کا دن ہے

پیغمبر انسانیت ﷺ:۔ یہ کون سا مہینہ ہے؟

مسلمان:۔ اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں

پیغمبر انسانیت ﷺ:۔ (طویل خاموشی کے بعد) کیا ذوالحجہ نہیں ہے؟

مسلمان:۔ بے شک یہ ذوالحجہ ہے

پیغمبر انسانیت ﷺ:۔ یہ کون سا شہر ہے؟

مسلمان:۔ اللہ اور رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں

پیغمبر انسانیت ﷺ:۔ (طویل خاموشی کے بعد) کیا یہ بَلدَۃُ الحرام نہیں ہے؟

مسلمان:۔ بے شک یہ بَلدَۃُ الحرام ہے

اس کے بعد فرمایا:

مسلمانو! تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری آبرو، اسی طرح محترم ہیں جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہیں۔ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

اے لوگو! تمہیں اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔ اگر کسی نے جرم کیا تو وہ خود اپنے جرم کا ذمہ دار ہوگا۔ باپ، بیٹے کے جرم کا ذمہ دار نہیں اور بیٹا باپ کے جرم کا ذمہ دار نہیں۔ اب شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی اس کی پرستش کی جائے گی۔ ہاں تم چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی پیروی کروگے تو وہ ضرور خوش ہوگا۔

اے لوگو! توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج یہی جنت کا داخلہ ہے۔ میں نے تمہیں حق کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اب موجود لوگ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچاتے رہیں جو بعد میں آئیں گے۔

یہاں سے قربان گاہ تشریف لائے اور ۶۳ اونٹ خود ذبح فرمائے اور ۳۷ کو حضرت علیؓ سے ذبح کرایا۔ اور ان کا گوشت اور پوست سب خیرات کر دیا۔ پھر عبداللہ بن معمر کو طلب کر کے سر کے بال اتروائے اور یہ موئے مبارک تبرکاً تقسیم ہو گئے۔ یہاں سے اٹھ کر خانہ کعبہ کا طواف فرمایا اور زمزم پی کر منیٰ میں واپس تشریف لے گئے۔ اور ۱۲ ذوالحجہ تک وہیں اقامت فرما رہے۔ ۱۳ کو خانہ کعبہ کا آخری طواف کیا اور انصار و مہاجرین کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ

ہوئے۔ جب غدیر خم میں پہنچے تو صحابہ کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ممکن ہے اللہ کا بلاوا اب جلد آ جائے اور مجھے قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے لیے دو مرکز ثقل قائم کر چلا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی جمع ہے۔ اسے محکمی اور استواری کے ساتھ پکڑ لو۔ دوسرا مرکز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں۔

گویا یہ اجتماع امت کے لیے اہل وعیال کے حقوق واحترام کی وصیت تھی تا کہ وہ کسی بحث میں الجھ کر حضور ﷺ کے مختصر سے خاندان کے ساتھ بے لحاظی کا سلوک نہ کریں۔

مدینہ کے قریب پہنچ کر رات ذوالحلیفہ میں ٹھہرے اور دوسرے دن مدینہ منورہ میں داخل ہوگئے۔ محفوظ، مامون حمد کرتے ہوئے اور شکر بجالاتے ہوئے۔

مُلکِ بقا کی تیاری:

حضور سرورعالم ﷺ مدینہ منورہ میں پہنچ کر فسبح بحمد ربک واستغفرہ کی تعمیل میں مصروف ہو چکے تھے۔ بارگاہ ایزدی کی حاضری کا شوق روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ صبح وشام معبودِ حقیقی کے ذکر و یاد کی طلب تھی اور بس۔

رمضان المبارک میں ہمیشہ دس روز کا اعتکاف فرماتے تھے ۱۰ھ میں ۲۰ روز کا اعتکاف فرمایا۔

ایک دن حضرت فاطمہؓ بتول تشریف لائیں تو ان سے فرمایا: پیاری بیٹی! اب مجھے اپنی رحلت قریب معلوم ہوتی ہے۔

انہیں ایام میں شہدائے احد کی تکلیف، بے بسی کی شہادت اور مردانہ وار قربانیوں کا خیال آ گیا۔ تو گنج شہیداں میں تشریف لے گئے۔ اور بڑے درد وگداز سے ان کے لیے دعائیں کیں۔ نماز جنازہ پڑھی اور انہیں اس طرح الوداع کہی جس طرح ایک بزرگ شفیق اپنے کم سن بچوں کو پیار کرتا ہے اور پھر انہیں الوداع کہتا ہے۔ یہاں سے واپس آئے تو منبر نبوی پر جلوہ طراز ہوئے اور ارباب صدق وصفا سے نہایت دردمندانہ لہجہ میں مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

دوستو! اب میں تم سے آگے منزل آخرت کی طرف چلا جا رہا ہوں۔ تا کہ بارگاہ ایزدی میں تمہاری شہادت دوں۔ واللہ مجھے یہاں سے اپنا وہ حوض نظر آ رہا ہے جس کی وسعت ایلہ سے جُحفہ تک ہے۔ مجھے تمام دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اب مجھے یہ خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے، البتہ میں اس سے ڈرتا ہوں

کہ کہیں دنیا میں مبتلا نہ ہوجاؤ۔ اور اس کے لیے آپس میں کشت وخون نہ کرو، اس وقت تم اسی طرح ہلاک ہوجاؤ گے جس طرح قومیں ہلاک ہوئیں۔

کچھ دیر بعد قلب صافی میں حضرت زید بن حارثؓ کی یاد تازہ ہوگئی۔ انہیں حدود شام کے عربوں نے شہید کردیا تھا۔ ارشاد فرمایا: اسامہ بن زیدؓ فوج لے کر جائیں اور اپنے والد کا انتقام لیں۔

ان ایام میں خیال مبارک زیادہ تر گزرے ہوئے نیازمندوں ہی کی طرف مائل محبت رہتا تھا۔ ایک رات آسودگان بقیع کا خیال آگیا۔ یہ عام مسلمانوں کا قبرستان تھا۔ جوش محبت سے آدھی رات اٹھ کر وہاں تشریف لے گئے اور مرحومین کے لیے بڑے سوز سے دعا فرماتے رہے۔ پھر یہاں کے روحانی دوستوں سے مخاطب ہوکر فرمایا:

انا بکم للاحقون میں اب جلد تمہارے ساتھ شامل ہورہا ہوں۔

ایک دن مسجد نبوی میں پھر مسلمانوں کو یاد فرمایا۔ اجتماع ہوگیا تو ارشاد فرمایا:

مسلمانو! مرحبا اللہ تعالیٰ تم سب پر اپنی نعمتیں نازل فرمائے، تمہاری دل شکستگی دور فرمائے۔ تمہاری اعانت دستگیری فرمائے، تمہیں رزق اور برکت مرحمت فرمائے، تمہیں عزت ورفعت سے سرفراز فرمائے، تمہیں دولت امن وعافیت سے شادکام فرمائے، میں اس وقت تمہیں صرف اللہ کے خوف کی وصیت کرتا ہوں۔ اب اللہ ہی تمہارا وارث اور خلیفہ ہے۔ اور میری تم سے اپیل اسی کے خوف کے لیے ہے۔ اس لیے کہ میرا منصب نذیر مبین ہے۔ دیکھنا اللہ کی بستیوں اور بندوں میں تکبر اور برتری اختیار نہ کرنا۔ یہ حکم ربانی ہر وقت تمہارے ملحوظ خاطر رہنا چاہیے۔

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین (سورہ القصص:۸۳)

یہ خوف کا گھر ہے۔ ہم یہاں لوگوں کو دیتے ہیں۔ جو زمین میں غرور اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے۔ آخرت کی کامرانی پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

پھر فرمایا: الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین۔ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ نہیں؟

آخری الفاظ یہ ارشاد فرمائے: سلام تم سب پر اور ان سب لوگوں پر جو واسطہ اسلام سے میری بیعت میں داخل ہوں گے۔

علالت کی ابتداء

۲۹۔ صفر بروز دوشنبہ ایک جنازے سے واپس تشریف لارہے تھے کہ اثنائے راہ میں سر کے درد سے علالت کا آغاز

ہوگیا۔حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے تھے کہ سرکارِ دوجہاں ﷺ کے سرِ مبارک پر رومال بندھا تھا۔میں نے ہاتھ لگایا یہ اس قدر جل رہا تھا کہ ہاتھ کو برداشت نہ ہوتی تھی۔دوشنبہ تک اشتدادِ مرض نے مرضِ اقدس پر زیادہ قابو پالیا۔اس واسطے ازواجِ مطہرات نے اجازت دے دی کہ اب حضور ﷺ کا مستقل قیام حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں کر دیا جائے۔اس وقت مزاجِ اقدس پر ضعف اس قدر طاری تھا کہ خود قدموں سے چل کر حجرہ عائشہؓ تک تشریف نہیں لے جا سکے۔حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ کے دونوں بازو تھامے اور مشکل سے حجرہ عائشہؓ میں تشریف لائے۔حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ جب کبھی بیمار ہوتے تھے، یہ دعا اپنے ہاتھوں پر دم کر کے جسمِ مبارک پر پھیر لیتے تھے۔

اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لاشفاء الاشفاء ک شفاء لا یغادر سقما

اے مالکِ انسانیت! خطرات دور فرمادے اے شفا دینے والے شفا عطا فرمادے شفا وہی ہے جو تو عنایت کرے وہ صحت عطا کر کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے۔

اس مرتبہ میں نے یہ دعا پڑھی اور نبی ﷺ کے ہاتھوں پر دم کر کے یہ چاہا کہ جسمِ اطہر پر مبارک ہاتھ پھیر دوں۔مگر حضور ﷺ نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیے اور ارشاد فرمایا:

اللھم اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلی اے اللہ! معافی اور اپنی رفاقت عطا فرمادے۔

وفاتِ اقدس سے پانچ روز پہلے (چہار شنبہ) پتھر کے ایک ٹب میں بیٹھ گئے اور سرِ مبارک پر پانی کی سات مشکیں ڈلوائیں۔اس لیے مزاجِ اقدس میں خنکی اور تسکین سی پیدا ہوگئی۔مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا:

مسلمانو! تم سے پہلے ایک قوم گزر چکی ہے جس نے اپنے انبیاء و صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔تم ایسا نہ کرنا۔

پھر فرمایا: ان یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو۔جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

پھر فرمایا: میری قبر کو میرے بعد ایسی قبر نہ بنا دینا کہ اس کی پرستش شروع ہو جائے۔

پھر فرمایا: مسلمانو! وہ قوم اللہ کے غضب میں آجاتی ہے جو قبورِ انبیاء کو مساجد بنادے۔

پھر فرمایا: دیکھو میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں دیکھو! اب پھر یہی وصیت کرتا ہوں

اے اللہ! تو گواہ رہنا اے اللہ تو گواہ رہنا اے اللہ تو گواہ رہنا

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا کو قبول کرے یا آخرت کو، مگر اس نے آخرت ہی کو قبول کرلیا ہے۔

یہ سن کر رمز شناس نبوت، حضرت صدیق اکبرؓ آنسو بھرلائے اور رونے لگے اور کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ، ہماری جانیں اور ہمارے زر و مال آپ پر قربان ہو جائیں۔ لوگوں نے ان کو تعجب سے دیکھا کہ حضور ﷺ تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ پھر اس میں رونے کی کونسی بات ہے؟ مگر یہ بات انہوں نے سمجھی جو رو رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی اس بے کلی نے خیالِ اشرف کو دوسری طرف مبذول کردیا۔

ارشاد فرمایا:

میں سب سے زیادہ جس شخص کی دولت اور رفاقت کا مشکور ہوں۔ وہ ابوبکرؓ ہیں۔

اگر میں اپنی امت میں سے کسی ایک شخص کو اپنی دوستی کے لیے منتخب کرسکتا تو وہ ابوبکرؓ ہوتے۔

لیکن اب رشتۂ اسلام میری دوستی کی بنا ہے اور وہی کافی ہے۔

(مسجد کے رخ پر کوئی دریچہ ابوبکرؓ کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے)

انصار مدینہ حضور ﷺ کے زمانہ علالت میں برابر رو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عباسؓ وہاں سے گزرے تو انہوں نے انصار کو روتے دیکھا۔ دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا۔ آج ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتیں یاد آرہی ہیں۔ انصار کی اس دردمندی اور بے دلی کی اطلاع سمع مبارک تک پہنچ چکی تھی۔

ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں اپنے انصار کے معاملہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں عام مسلمان روز بروز بڑھتے جائیں گے مگر میرے انصار کھانے میں نمک کی طرح رہ جائیں گے۔ یہ لوگ میرے جسم کا پیرہن اور میرے سفر زندگی کا توشہ ہیں۔ انہوں نے اپنے فرائض ادا کردیئے۔ مگر ان کے حقوق باقی ہیں۔ جو شخص امت کے نفع اور نقصان کا متولی ہو۔ اس کا فرض ہے کہ وہ انصار نیکوکار کی قدر افزائی کرے۔ اور جن انصار سے لغزش ہو جائے ان کے متعلق درگزر سے کام لے۔

حضور ﷺ نے حکم دیا تھا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ شام پر حملہ آور ہوں اور اپنے شہید والد کا انتقام لیں۔

اس پر منافقین کہنے لگے۔ ایک معمولی نوجوان کو اکابر اسلام پر سپہ سالار مقرر کردیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں پیغمبر مساوات نے ارشاد فرمایا:

آج اسامہؓ کی سرداری پر تم کو اعتراض ہے اور کل اس کے باپ زیدؓ کی سرداری پر تم کو اعتراض تھا
اللہ کی قسم وہ بھی اس منصب کے مستحق تھے اور سب سے زیادہ محبوب تھے اور اس کے بعد یہ بھی
سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

پھر فرمایا:

حلال و حرام کے تعین کو میری طرف منسوب نہ کرنا۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے
جسے قرآن نے حلال کیا ہے۔ اور اسی کو حرام قرار دیا ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔

اب آپ اہل بیت کی طرف متوجہ ہوئے کہ کہیں رشتہ نبوت کا غرور انہیں عمل وسعی سے بیگانہ نہ بنادے۔
ارشاد فرمایا:

اے رسول کی بیٹی فاطمہؓ اور اے پیغمبر کی پھوپھی صفیہؓ اللہ کے ہاں کے لیے کچھ کرلو۔
میں تمہیں اللہ کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔

یہ خطبہ درد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ تھا۔ جس میں حضور ﷺ نے حاضرین مسجد کو خطاب فرمایا۔ اختتام کلام کے بعد حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں تشریف لے آئے۔ شدت مرض کی حالت یہ تھی کہ عالم بے تابی میں کبھی ایک پاؤں پھیلاتے تھے اور کبھی دوسرا سمیٹتے تھے اور کبھی گھبرا کر چہرہ انور پر چادر ڈال لیتے تھے اور کبھی الٹ دیتے تھے۔ ایسی حالت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے۔

یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا ہے۔

(وفات سے چار روز پہلے) (جمعرات) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ارشاد فرمایا: اپنے والد ابوبکر صدیقؓ اور بھائی عبدالرحمٰنؓ کو بلا لیجئے۔ اسی سلسلے میں فرمایا دوات کاغذ لے آؤ میں ایک تحریر لکھوا دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔ یہ شدت مرض میں حضور سرور عالم ﷺ کا ایک خیال تھا حضرت عمر فاروقؓ نے رائے ظاہر کی کہ حضور ﷺ کو اس حال میں تکلیف دینا مناسب نہیں ہے۔ اب تکمیل شریعت کا کوئی نکتہ باقی نہیں رہا۔ جس میں قرآن کافی نہ ہو۔ بعض دوسرے صحابہ نے اس رائے سے مطابقت نہ کی۔ جب شور زیادہ ہوا تو بعض نے کہا۔ خود حضور ﷺ ہی

سے دریافت کر لیا جائے۔

ارشاد فرمایا: مجھے چھوڑ دو۔ میں جس مقام میں ہوں، وہ اس سے بہتر ہے، جس کی طرف مجھے بلا رہے ہو۔

اسی روز تین وصیتیں اور فرمائیں۔(۱) کوئی مشرک عرب میں نہ رہے (۲) سفیروں اور وفود کی بدستور عزت و مہمانی کی جائے (۳) قرآن پاک کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمایا جو راوی کو یاد نہیں رہا۔

سرکار پاک ﷺ علالت کی تکلیف اور بے چینی کے باوجود ۱۱ روز تک برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے۔ جمعرات کے روز مغرب کی نماز بھی خود پڑھائی اور اس میں سورۃ مرسلات تلاوت فرمائی۔ عشاء کے وقت آنکھ کھولی اور دریافت فرمایا کیا نماز ہو چکی؟ مسلمانوں نے عرض کیا۔ مسلمان حضور ﷺ کے منتظر بیٹھے ہیں۔ لگن میں پانی بھروا کر غسل فرمایا اور پھر ہمت کر کے اٹھے مگر غش آ گیا۔ تھوڑی دیر میں آنکھ کھولی اور فرمایا: کیا نماز ہو چکی؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مسلمان آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس مرتبہ پھر اُٹھنا چاہا مگر بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر آنکھ کھولی اور وہی سوال دہرایا۔ کیا نماز ہو چکی؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب لوگوں کو حضور ﷺ ہی کا انتظار ہے۔ تیسری مرتبہ جسم مبارک پر پانی ڈالا۔ اور جب اُٹھنا چاہا تو غشی آ گئی افاقہ ہونے پر ارشاد فرمایا: ابوبکرؓ نماز پڑھا دیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ ارشاد فرمایا وہی نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا خیال یہ تھا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد امام مقرر ہو گا۔ لوگ اسے لازماً منحوس خیال کریں گے۔ روایت ہے کہ اس وقت صدیق اکبرؓ تشریف فرما نہیں تھے۔ اس لیے حضرت عمرؓ کو آگے بڑھایا گیا۔ مگر حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا نہیں نہیں، ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔ رسول اللہ ﷺ کا منبر چند روز پہلے خالی ہو چکا تھا۔ آج رسول اللہ ﷺ کا مصلّی بھی خالی ہو گیا۔ جب ابوبکر صدیقؓ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوئے تو عالم یاس نے مسجد نبویؐ پر اپنے پردے تان دیئے اور مسلمانوں کے دل بے اختیار رو دیئے اور خود صدیق اکبرؓ کے قدم بھی لڑکھڑا گئے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے ساتھ توفیقِ الٰہی شامل تھی۔ اس لیے یہ کٹھن گھاٹی بھی گزر گئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حیاتِ پاک نبویؐ میں اسی طرح سترہ نمازیں پڑھائیں۔

(وفات سے دو روز پہلے)۔ حضرت صدیق اکبرؓ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضور ﷺ کی طبیعت نے مسجد کی

طرف رجوع کیا اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں پر سہارا لیتے ہوئے جماعت میں تشریف لے آئے۔نمازی نہایت بے قراری کے ساتھ حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اورصدیق اکبرؓ بھی مصلٰے سے پیچھے ہٹے۔مگر حضور ﷺ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا پیچھے مت ہٹو۔پھر صدیق اکبرؓ کے برابر بیٹھ گئے اور نماز ادا کرنے لگے۔حضور ﷺ کی اقتدا صدیق اکبرؓ کرتے تھے اور صدیق اکبرؓ کی اقتدا مسلمان کرتے تھے۔یہ پاک نماز اسی طرح مکمل ہوگئی۔تو حضور پاک ﷺ حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں تشریف لے گئے۔

(وفات سے ایک روز پہلے) مخدوم انسانیت ﷺ، جو قید دنیا سے آزاد ہو رہے تھے۔صبح بیدار ہوئے۔تو پہلا کام یہ کیا کہ سب غلاموں کو آزاد فرمایا یہ تعداد میں چالیس تھے۔پھر اثاث البیت کی طرف توجہ فرمائی اس وقت کاشانہ نبویؐ کی ساری دولت صرف سات دینار تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انہیں غریبوں میں تقسیم کردو۔مجھے شرم آتی ہے کہ رسول ﷺ اپنے اللہ سے ملے اور اس کے گھر میں دولت دنیا پڑی ہو۔

اس ارشاد پر گھر کا گھر صاف کر دیا گیا۔آخری رات کاشانہ نبویؐ میں چراغ جلانے کے لیے تیل تک موجود نہیں تھا۔یہ ایک پڑوسی عورت سے اُدھار لیا گیا۔گھر میں کچھ ہتھیار باقی تھے۔انہیں مسلمانوں کو ہبہ کر دیا گیا۔زرہ نبویؐ ۳۰ صاع جو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔چونکہ ضعف لمحہ بہ لمحہ ترقی پذیر تھا۔اس لیے دردمندوں نے دوا پیش کی مگر انکار فرمایا۔اسی وقت غشی کا دورہ آ گیا۔اور تیمارداروں نے منہ کھول کر دوا پلا دی۔افاقہ کے بعد جب اس کا احساس ہوا تو فرمایا۔اب یہی دوا،ان پلانے والوں کو بھی پلائی جائے۔یہ اس لیے کہ جس وجود باجود ﷺ کی صحت کے لیے ایک دل گرفتہ دنیا دعائیں کر رہی تھی وہ ﷺ اپنے اللہ کی دعوت کو اس طرح قبول کر چکا تھا کہ اب اس میں نہ دعا کی گنجائش باقی تھی اور نہ دوا کی۔

یوم وفات۔۹۔ربیع الاول (دوشنبہ) کو مزاج اقدس میں قدرے سکون تھا نماز صبح ادا کی جا رہی تھی کہ حضور ﷺ نے مسجد اور حجرہ کا درمیانی پردہ سرکا دیا۔اب چشم اقدس کے روبرو،نمازیوں کی صفیں مصروف رکوع وسجود تھیں۔سرکار دوعالم ﷺ نے اس پاک نظارے کو جو حضور ﷺ کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا۔بڑے اشتیاق سے ملاحظ فرمایا۔اور جوش مسرت سے ہنس پڑے۔لوگوں کو خیال ہوا کہ مسجد میں تشریف لا رہے ہیں۔نمازی بے اختیار سے ہوگئے۔نمازیں ٹوٹنے

لگیں۔اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جو امامت کرا رہے تھے۔ پیچھے ہٹنا چاہا، مگر حضور ﷺ نے اشارہ مبارک سے سب کو تسکین دی اور چہرہ انور کی ایک جھلک دکھا کر پھر حجرے کا پردہ ڈال دیا۔اجتماع اسلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جلوہ زیارت آخری تھا اور شاید یہ انتظام بھی خود قدرت کی طرف سے ہوا کہ رفیقانِ صلوٰۃ جمالِ جہاں آراء کی آخری جھلک دیکھتے جائیں۔۹ ربیع الاول کی حالت صبح ہی سے نہایت عجیب تھی۔ایک سورج بلند ہو رہا تھا اور دوسرا غروب ہو رہا تھا۔کاشانہِ نبویؐ میں پے در پے غشی کے بادل آتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس پر چھا گئے۔ایک بیہوشی گزر جاتی تھی تو دوسری پھر وارد ہو جاتی۔انہیں تکلیفوں میں پیاری بیٹی کو یاد فرمایا۔وہ مزاج اقدس کا یہ حال دیکھ کر سنبھل نہ سکیں۔سینہ مبارک سے لپٹ گئیں اور رونے لگیں۔بیٹی کو اس طرح نڈھال دیکھ کر ارشاد فرمایا: میری بیٹی! رو نہیں میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا۔

اسی میں ہر شخص کے لیے سامان تسکین موجود ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا آپ ﷺ کے لیے بھی؟

فرمایا: ہاں اس میں میری بھی تسکین مضمر ہے۔

جس قدر رسول اللہ ﷺ کا درد و کرب بڑھ رہا تھا۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کلیجہ بھی کٹتا جا رہا تھا۔

حضرت رحمتہ للعالمین نے ان کی اذیت کو محسوس کر کے کچھ کہنا چاہا تو پیاری بیٹی نے سرور کائنات کے لبوں سے کان لگا دیئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹی میں آج دنیا کو چھوڑ رہا ہوں۔فاطمہ رضی اللہ عنہا بے اختیار رو دیں۔

پھر فرمایا: فاطمہؓ میرے اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھے ملوگی۔فاطمہؓ بے اختیار ہنس دیں کہ یہ جدائی قلیل ہے۔

پیغمبر انسانیت ﷺ کی حالت نازک ترین ہوتی جا رہی تھی۔یہ حال دیکھ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہنا شروع کر دیا۔واکرب اباہ! ہائے میرے باپ کی تکلیف، ہائے میرے باپ کی تکلیف، فرمایا فاطمہؓ آج کے بعد تمہارا باپ کبھی بے چین نہیں ہوگا۔حسنؓ اور حسینؓ بہت غمگین ہو رہے تھے۔انہیں پاس بلایا۔دونوں کو چوما۔پھر ان کے احترام کی وصیت فرمائی پھر ازواج مطہرات کو طلب فرمایا اور انہیں نصیحتیں فرمائیں۔اسی دوران میں ارشاد فرماتے تھے۔

مع الذین انعم اللہ علیہم (ان لوگوں کے ساتھ، جن پر اللہ نے انعام کیا ہے)

کبھی ارشاد فرماتے :۔ اے اللہ بہترین رفیق

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ آپ نے سر مبارک کو اپنی گود میں رکھ لیا انہیں بھی نصیحت فرمائی۔ پھر ایک دم اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: نماز نماز لونڈی غلام اور پس ماندگان۔

اب نزع کا وقت آ پہنچا تھا، حضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پانی کا پیالہ پاس رکھا تھا۔ اس میں ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرہ انور پر پھیر لیتے تھے۔ روئے اقدس کبھی سرخ ہو جاتا تھا اور کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ زبان مبارک آہستہ آہستہ ہل رہی تھی۔

لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور موت تکلیف کے ساتھ ہے)

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک تازہ مسواک کے ساتھ آئے تو حضور پاک ﷺ نے مسواک پر نظر جمادی۔ حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ مسواک فرمائیں گے۔ ام المومنین نے دانتوں پر نرم کر کے مسواک پیش کی اور آپ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی۔ دہان مبارک پہلے ہی طہارت کا سراپا تھا۔ اب مسواک کے بعد اور بھی مجلا ہو گیا تو یک لخت ہاتھ اونچا کیا کہ گویا کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور پھر زبان اقدس سے نکلا:

بل الرفیق الاعلی (اب اور کوئی نہیں، صرف اسی کی رفاقت منظور ہے) بل الرفیق الاعلی بل الرفیق الاعلی

تیسری آواز پر ہاتھ لٹک آئے۔ پتلی اوپر کو اٹھ گئی اور روح اقدس شریف عالم قدس کو ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم

یہ ۹ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ کا دن اور چاشت کا وقت تھا۔ عمر مبارک، قمری حساب سے ۶۳ سال اور چار دن ہوئی۔

صحابہ کرام میں اضطراب عظیم

خبر وفات کے بعد مسلمانوں کے جگر کٹ گئے، قدم لڑکھڑا گئے۔ چہرے بجھ گئے۔ آنکھیں خون بہانے لگیں۔ ارض و سما سے خوف آنے لگا۔ سورج تاریک ہو گیا۔ آنسو بہہ رہے تھے اور تھمتے نہیں تھے۔ کئی صحابہ حیران و سرگرداں ہو کر آبادیوں سے نکل گئے۔ کوئی جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ جو بیٹھا تھا، بیٹھا رہ گیا، جو کھڑا تھا اس کو بیٹھ جانے کا یارا نہ ہوا۔ مسجد نبوی ؐ قیامت سے پہلے قیامت کا نمونہ پیش کر رہی تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور چپ

چپ چاپ حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں داخل ہو گئے۔ یہاں حضرت رحمتہ اللعالمین ﷺ کی میت پاک رکھی تھی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے چہرہ اقدس سے کپڑا اُٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر چادر ڈھک دی اور رو کر کہا۔ حضور ﷺ پر میرے ماں باپ قربان! آپ کی زندگی بھی پاک تھی اور موت بھی پاک ہے۔ واللہ اب آپ ﷺ پر دو موتیں وارد نہیں ہوں گی۔ اللہ نے جو موت لکھ رکھی تھی، آج آپ نے اس کا ذائقہ چکھ لیا۔ اور اب اس کے بعد موت، ابد تک آپ کا دامن نہ چھو سکے گی۔

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غائیت بے بسی سے نڈھال کھڑے تھے اور بڑے درد و جوش سے یہ اعلان کر رہے تھے۔ منافقین کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں۔ واللہ! آپ نے وفات نہیں پائی۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح طلب کئے گئے ہیں۔ جو چالیس روز غائب رہ کر واپس آ گئے تھے۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت بھی یہی کہا جاتا تھا کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ اللہ کی قسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں کی طرح دنیا میں واپس تشریف لائیں گے۔ اور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات کا الزام لگاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے عمر فاروقؓ کا کلام سنا تو فرمایا: عمر! سنبھلو اور خاموش ہو جاؤ۔ لیکن حضرت عمر فاروقؓ اپنی وارفتگی میں بہے چلے گئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نہایت دانشمندی کے ساتھ اس سے الگ ہٹ گئے اور خود گفتگو شروع کر دی۔ جب حاضرین مسجد بھی حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے تو آپ نے پہلے حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

اے لوگو! تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کو پوجتا تھا، وہ سمجھ لے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ اور جو شخص اللہ کا پرستار ہے۔ وہ جان لے کہ اللہ زندہ ہے اور وہ کبھی مرے گا نہیں۔ اور یہ حقیقت خود قرآن پاک نے واضح کر دی ہے۔

وما محمد الا رسول ط قد خلت من قبله الرسل ج افائن مات او قتل انقلبتم على اعابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيا وسيجزى الله الشاكرين

نہیں ہیں محمد ﷺ مگر ایک رسول، ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم دین سے برگشتہ ہو جاؤ گے؟ جو شخص برگشتہ ہو جائے گا۔ وہ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزا دیگا۔

اس آیت پاک کو سن کر تمام مسلمان چونک پڑے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم لوگوں کو ایسا معلوم

ہوا کہ یہ آیت اس سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھی۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکرؓ سے یہ آیت سن کر پاؤں ٹوٹ گئے اور کھڑے رہنے کی قوت باقی نہیں رہی۔میں زمین پر گر پڑا اور مجھ کو یقین ہوگیا۔کہ واقعی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرماگئے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ غم سے نڈھال تھیں اور فرمارہی تھیں:

پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول کیا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا۔آہ! وہ کون ہے، جو جبریل امین کو اس حادثۂ غم کی اطلاع کردے۔

الٰہی! فاطمہؓ کی روح کو محمد مصطفٰے ﷺ کی روح کے پاس پہنچادے۔الٰہی مجھے دیدار رسول ﷺ کی مسرت عطا فرمادے۔الٰہی! مجھے اس معیت کے ثواب سے بہرہ ور کردے۔الٰہی مجھے رسول امین ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ رکھنا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دل وجان پر غم کی گھٹائیں چھا گئی تھیں۔اور زبان اخلاق نبویؐ کی ترجمانی کررہی تھی۔

حیف، وہ نبی جس نے تمول پر فقیری کو چن لیا۔جس نے تو انگری کو ٹھکرادیا اور مسکینی قبول کرلی۔

آہ! وہ دین پرور رسول ﷺ جو امت عاصی کے غم میں ایک پوری رات بھی آرام سے نہ سویا۔

آہ! وہ صاحب خلق عظیم، جو ہمیشہ آٹھوں پہر نفس سے جنگ آزمارہا۔

آہ! وہ اللہ کا پیغمبر، جس نے ممنوعات کو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

آہ! وہ رحمۃ للعالمین ﷺ جس کا باب فیض، فقیروں اور حاجت مندوں کے لیے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔

جس کا رحیم دل اور پاک ضمیر کبھی دشمنوں کی ایذارسانی سے غبار آلودہ نہ ہوا۔

جس کے موتی جیسے دانت توڑے گئے اور اس نے پھر بھی صبر کیا۔

جس کی پیشانی انور کو زخمی کیا گیا۔اور اس نے پھر بھی دامن عفو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

آہ! کہ آج اسی وجود سرمدی سے ہماری دنیا خالی ہے۔

تجہیز و تکفین:

سہ شنبہ سے تجہیز و تکفین کا کام شروع ہوا۔فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ پردہ تان کر کھڑے ہوگئے۔انصار نے

دروازہ پر پہنچ کر آواز دی کہ ہم رسول ﷺ کی آخری خدمت گزاری میں اپنا حصہ طلب کرنے آئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اوس بن خولی انصاریؓ کو اندر بلایا۔ وہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لاتے تھے۔ حضرت علیؓ نے جسم مبارک سینہ سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباسؓ اور ان کے صاحبزادے جسم مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اوپر سے پانی ڈالتے تھے۔ حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ میرے ماں باپ قربان! آپ کی وفات سے وہ دولت گم ہوئی ہے جو کسی دوسری موت سے گم نہیں ہوئی آج نبوت، اخبار غیب اور نزول وحی کا سلسلہ کٹ گیا۔ آپ کی وفات تمام انسانوں کے لیے یکساں مصیبت ہے۔ اگر آپ صبر کا حکم نہ دیتے اور گریہ وزاری سے منع نہ فرماتے تو ہم دل کھول کر آنسو بہاتے۔ لیکن پھر بھی یہ دکھ لا علاج ہوتا اور یہ زخم لازوال رہتا۔ ہمارا درد، بے درماں ہے، ہماری مصیبت بے دوا ہے۔ اے حضور ﷺ میرے والدین آپ پر قربان۔ جب آپ بارگاہ الٰہی میں پہنچیں تو ہمارا ذکر فرمائیں، اور ہم لوگوں کو فراموش نہ کر دیں۔

تین سوتی سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ چونکہ وصیت پاک یہ تھی کہ آپ کی قبر ایسی جگہ نہ بنائی جائے کہ اہل عقیدت اسے سجدہ گاہ بنالیں۔ اس لیے حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے کے مطابق حجرہ عائشہ صدیقہؓ میں قبر کھودی گئی۔ جہاں آپ نے انتقال فرمایا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے قبر کھودی۔ چونکہ زمین میں نمی تھی۔ اس لیے وہ بستر جس میں وفات پائی تھی قبر میں بچھا دیا گیا۔ جب تیاری مکمل ہو گئی تو اہلِ ایمان نماز کے لیے ٹوٹ پڑے۔ چونکہ جنازہ حجرہ کے اندر تھا۔ اس لیے باری باری جماعتیں اندر جاتی تھیں اور نماز جنازہ ادا کرتی تھیں۔ اس نماز میں امام کوئی نہیں تھا۔ پہلے کنبہ والوں نے نماز جنازہ پڑھا۔ پھر مہاجرین نے۔ پھر انصار نے۔ مردوں نے الگ جنازہ پڑھا۔ عورتوں نے الگ۔ اور بچوں نے الگ۔ یہ سلسلہ رات اور دن برابر جاری رہا۔ اس لیے تدفین مبارک چہار شنبہ کی شب کو یعنی رحلت پاک سے ۳۲ گھنٹے بعد عمل میں آئی۔ جسم مبارک کو حضرت علیؓ۔ فضل بن عباسؓ۔ اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے قبر میں اتارا۔ اور آخر اس علم کے چاند۔ دین کے سورج اور ارتقاء کے گلزار کو اہلِ دنیا کی نگاہ سے اوجھل کر دیا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

متروکات:

صاحب سیرۃ النبی نے کتنا اچھا لکھا ہے۔ حضور پاک ﷺ اپنی زندگی ہی میں اپنے پاس کیا رکھتے تھے جو مرنے کے

بعد چھوڑ جاتے۔ پہلے ہی اعلان فرما چکے تھے۔

لا نورث ما ترکنا صدقہ (ہم نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑیں۔ وہ صدقہ ہے)

عمرو بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتے وقت کچھ نہ چھوڑا۔ نہ درہم، نہ دینار، نہ غلام، نہ لونڈی اور نہ کچھ اور۔ صرف اپنا سفید خچر۔ ہتھیار اور کچھ زمین تھی۔ جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے۔

آثار متبرکہ کہ چند یادگاریں صحابہ کے پاس باقی رہیں۔ حضرت ابو طلحہؓ کے پاس موئے پاک تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس موئے مبارک کے علاوہ نعلین مبارک اور ایک لکڑی کا ٹوٹا ہوا پیالہ تھا۔ ذوالفقار حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ حضرت عائشہؓ کے پاس وہ کپڑے تھے۔ جن میں انتقال فرمایا۔ مہر منور اور عصائے مبارک حضرت صدیق اکبرؓ کو تفویض ہوئے۔ ان کے علاوہ سب سے بڑی نعمت اور دولت جو عرش عظیم سے بھی زیادہ بیش قیمت تھی۔ وہ آپ اس پوری انسانیت کو عطا فرما گئے۔ یہ نعمت عظیم اللہ کی کتاب قرآن ہے۔

وقد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ

اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔

یہ اللہ کی کتاب قرآن ہے

....

نام کتاب:۔ انسانیت موت کے دروازے پر   مصنف:۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ
ناشر: مکتبہ جمال۔ تیسری منزل حسن مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور۔ 0300.8834610
عبدالحمید خلجی میرپور خاص۔ نے آپ کے لیے مندرجہ بالا کتاب سے اخذ کیا
(رحلت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) مفت منگوانے کے لیے فون نمبر 0333.2960610۔ پر رابطہ کریں